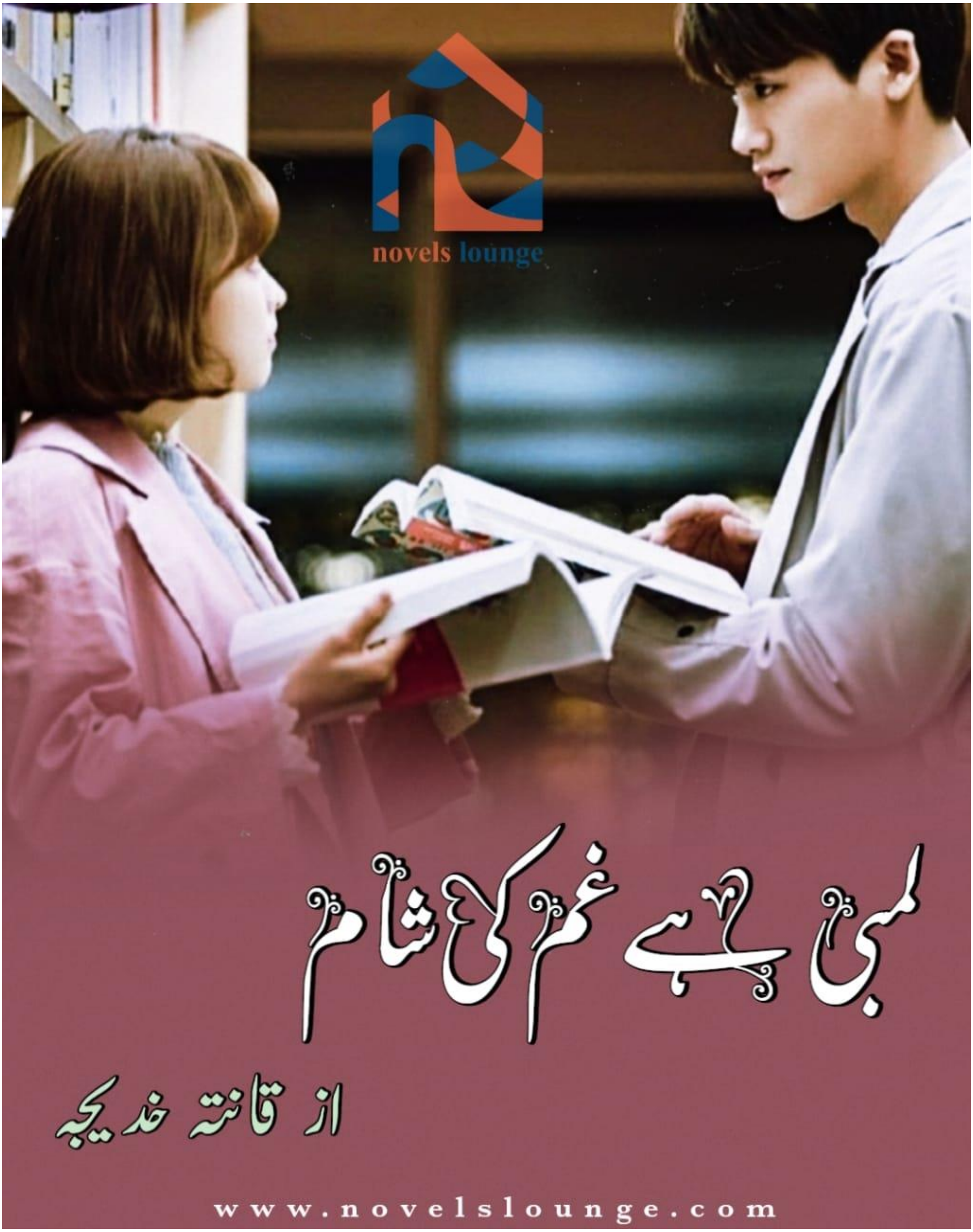
novels lounge
لمبی ہے غم کی شام
از قانتہ خدیجہ
www.novelslounge.com

لمبی ہے غم کی شام

از قلم قانتہ خدیجہ

قسط نمبر 1

امید گلفام

سال 2016

بحریہ ٹاؤن لاہور

صبح کے تین بجے:

الارم کی پہلی آواز پر اُس کی دونوں آنکھیں جھٹ سے کھلی تھیں، یوں جیسے وہ کبھی سوئی ہی نہ ہو۔۔۔ چند لمحے چھت کو سپاٹ نِگاہوں سے گھورتی وہ سیدھی اُٹھ بیٹھی۔۔۔ گہری سانس بھرے اُس نے ٹیڑھی نِگاہ سٹڈی ٹیبل پر ڈالی جہاں کِتابیں کھلی پڑی تھیں، اُس کے چہرے پر موجود صدیوں کی تھکان مزید گہری ہوئی، چپل پیروں میں ارسٹی وہ کمرے سے ملحقہ واشروم کی جانِب بڑھتی پانچ مِنٹ بعد منہ ہاتھ دھوئے کمرے کی لائٹ اون کرتی وہ سٹڈی ٹیبل پر آ بیٹھی تھی۔۔۔ بال پوائنٹ اُٹھائے وہ دلجمعی سے کتاب پر جھکی پڑھنا شروع ہو چکی تھی۔۔۔ یونہی پڑھتے اُسے دو گھنٹے گزر چکے تھے، فجر ہو چکی مگر وہ ہوش میں کہا تھی؟ اُسے تو بس پڑھنا تھا، ڈھیر سارا پڑھنا

تھا اور اپنے ماں باپ کی ناک کو سوسائٹی میں اونچا کرنا تھا۔۔۔کتاب پر یونہی جھکے ہوئے اُس کے کندھوں کا درد بڑھ چُکا تھا مگر یہاں پرواہ کسے تھی؟

وہ اُمید گلفام تھی۔۔۔گلفام خان اور پریشے خان کی اِکلوتی اولاد مگر اُس کی زندگی میں امید کی کوئی اُمنگ نہ تھی!اُس کا فقط نام اُمید تھا۔۔۔اُس کا سونا جاگنا، کھانا پینا، پڑھائی لکھائی، دوستی یاری کسی پر اُس کا کوئی حق نہیں تھا۔۔۔سب کچھ اُس کے لیے پلانڈ تھا۔۔۔اُسے کون سا سبجیکٹ پڑھنا ہے، کیسے کپڑے پہننے ہیں، کن سے دوستی رکھنی ہے، کن سے نہیں۔۔۔کون سے سکول میں پڑھنا ہے۔۔۔وہ اِن سب کا فیصلہ لینے کو خود مختار نہ تھی۔

اُسے آرٹس سبجیکٹس پڑھنے تھے مگر اُس کے لیے انجینئیرنگ منتخب کی گئی۔۔۔حالانکہ وہ ٹاپر سٹوڈنٹس میں سے ایک تھی مگر اُس کا رجحان ہمیشہ آرٹس کی جانب رہا فقط اُس کے پاس اختیار نہیں تھا۔۔۔ہوتا بھی کیسے؟وہ بزنس مین گلفام خان کی بیٹی تھی آرٹس سبجیکٹس لے کر اپنے باپ کا نام کیسے ڈبو سکتی تھی؟میٹرک میں بورڈ میں دوئم پوزیشن لے کر وہ پہلے ہی اپنے ماں باپ کے لیے شرمندگی کا باعث بن چکی تھی مگر مزید اُنہیں شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔اُن کو راضی کرنے کی خاطر وہ خاموشی سے انجینئیرگ کی فیلڈ میں گئی تھی۔۔۔

وہ ایک روبوٹ تھی، اُس کا ایک ٹائم ٹیبل تھا جس کی وہ پابند تھی۔

اُس کی روٹین صبح تین بجے شروع ہوتی تھی۔۔

تین بجے سے لے کر چھ بجے تک وہ اپنے کالج کی پڑھائی کرتی۔ سات بجے کالج کے لیے تیار ہونا، ساڑھے سات ناشتہ، آٹھ بجے کالج وہاں سے ایک بجے فارغ ہوئے اکیڈمی اور اکیڈمی سے رات چھ بجے گھر۔۔۔ چھ بجے رات کا کھانا، ٹھیک سات بجے سے لے کر رات نو بجے تک وہ اکیڈمی ورک کرتی۔۔۔ دس بجے ایک دودھ کا گلاس ملازم کے ہاتھ اُسے کمرے میں بھیج دیا جاتا۔۔۔ دس سے تین بجے تک اُس کے سونے کا ٹائم تھا۔۔۔

ففتھ کلاس سے وہ یہی ٹائم ٹیبل فولو کر رہی تھی۔۔۔ کبھی کسی فرینڈ آؤٹنگ، سکول ٹرپ یا فیملی فنکشن میں اُسے نہیں لے جایا گیا۔۔۔ وجہ بہت عام تھی! امید پڑھ رہی ہے۔۔۔ بس یہ چند الفاظ اور چار سو واہ واہی۔۔۔ جس پر مسٹر اور مسز خان کی گردن میں اکڑ آ جاتی۔

ہمیشہ کی طرح پانچ بج کر تیس منٹ پر پریشے خان نے دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولے امید کا جائزہ لیا، اُسے کتابوں پر جھکا پائے اُن کی آنکھیں چمکی اور لب مسکرائے۔۔۔ وہ خاموشی سے دروازہ بند کرتی اپنے کمرے میں داخل ہوئی جہاں گلفام خان ابھی ابھی نیند سے بیدار ہوئے تھے۔

"امید؟" پہلا سوال اُن کے لبوں سے یہی نکلا تھا۔

"پڑھ رہی ہے" پریشے خان جواب دیے ڈریسنگ ٹیبل کی جانب چلی آئی۔

"اِس بار بورڈ میں ٹاپ پوزیشن اُسی کی ہے" ہاتھوں کو لوشن لگائے پریشے نے گردن اکڑائے ایک ادا سے جتلایا۔

"امید تو ہے کہ اِس بار ہم نا امید نہ ہو گے!" سپاٹ لہجے میں جواب دیے وہ واشروم میں جا بند ہوئے۔

ٹھیک پانچ تیس پر گردن اُٹھائے اُس کی نظریں ہمیشہ کی طرح کھڑکی کے اُس پار موجود گھر کے اوپری کمرے پر جا ٹھہری جِس کی بتیاں روشن تھی۔

مطلب کے وہ جاگ اُٹھا تھا۔اُس نے ایک چور نگاہ اپنے کمرے کے دروازے پر ڈالی جہاں سے اب آدھے گھنٹے تک کوئی نہیں آنے والا تھا۔کوئی تانکا جھانکی نہیں۔۔

وہ دھیرے سے اُٹھتی باہر بالکونی میں آئے وہاں موجود سنگل صوفہ پر ٹکتے اپنی نظریں اُس پر جما چکی تھی جس کا سایہ یہاں سے وہاں گھومتا نظر آرہا تھا اُسے۔۔۔یقیناًوہ اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔۔۔وہ روزانہ یونہی آدھا گھنٹہ یہاں بیٹھے اُسے دیکھتی،ٹھیک پانچ منٹ بعد سامنے موجود کمرے کی کھڑکی کا پردہ پیچھے کو کھسکا،امید کے لبوں پر دھیمی مسکان در آئی،وہ اب کھڑکی کے پٹ کھولتا بالکونی میں آچکا تھا۔۔۔امید کو دیکھے بھرپور مسکرائے اُس نے زور زور سے اپنا ہاتھ ہوا میں ہلایا!امید نے بھی دھیمے سے اُس کو جواب دیا۔

"کیسی ہو؟" اشارے سے اُس نے سوال کیا تھا۔

"جیسی ہمیشہ ہوتی ہوں!" امید نے کندھے اُچکا دیے۔

"سبق یاد کر لیا؟" ایک بار پھر اِشارے سے سوال ہوا۔

"ہاں!" امید نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"مزے ہیں!" اُس نے تعریفی انداز میں ہاتھ گھمایا۔

امید سر جھکائے دھیرے سے ہنس دی تھی۔

امید کی ہنسی پر وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

اچانک اُس کی آنکھیں پھیلی اُس نے وال کلاک کی جانب دیکھا۔۔۔ چھ بجنے میں پانچ منٹ رہ چکے تھے۔۔۔امید کی مدر پانچ منٹ میں دوبارہ اُس کے کمرے کا چکر لگانے کو آتی ہو گی۔۔۔اُس نے ہاتھ جھلائے اُمید کا دھیان ٹائم کی جانب دلوایا۔۔۔امید کا دل یکدم سکڑ گیا۔۔۔اُسے ابھی پانچ منٹ ہی تو ہوئے تھے بالکونی میں آئے تو یہ پانچ منٹ پچیس منٹ میں کیسے بدل گئے؟ امید کی آنکھوں کی جوت بجھ گئی تھی، جھکے کندھوں سمیت وہ افسردہ سی ایک آخری نِگاہ اُس پر ڈالتی واپس اپنی سیٹ پر آبیٹھی تھی۔

پانچ منٹ بعد پریشے خان کمرے میں داخل ہوئی تو وہ چونکنے کی اداکاری کرتی کتابیں بند کیے اپنی کرسی سے اُٹھتی، یونیفارم لیے واشروم میں چلی گئی تھی۔۔۔اُس کے جاتے ہی پریشے خان تیزی سے بالکونی کی جانب بڑھی اور تیکھی نگاہوں سے سامنے موجود بالکونی کو دیکھا جہاں وہ دائیں سے بائیں چکر کاٹتا سبق یاد کر رہا تھا۔۔اُسے دیکھتے ہی پریشے خان کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات ابھر آئیں تھے۔

دس منٹ بعد کلک کی آواز سے واشروم کا دروازہ کھلا اور امید باہر نکلی تھی۔

"یہ پارس کب سے جاگا ہوا تھا؟"اُس کے نکلتے ہی اُنہوں نے تیزی سے سوال کیا۔

امید نے چونکتے انہیں دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم"اُس نے لاعلمی سے کندھے اُچکائے۔

"تمہیں کیسے نہیں معلوم؟"اُن کی آواز تیز ہوئی۔

بھلا یہ لڑکا کب سے جاگ رہا تھا؟ کب سے پڑھای کر رہا تھا؟ اگر اِس بار بھی اُس نے امید کو بورڈ ایگزامز میں ہرا کر اول پوزیشن حاصل کرلی تو؟ نہیں وہ ایسا نہیں ہونے دے سکتے تھے۔

"جی؟"امید نے ناسمجھی سے اُنہیں دیکھا۔

"میرا مطلب کہ تم تین بجے کی اُٹھی ہوئی ہو تو غور نہیں کیا کیا؟" وہ سنبھل کر بولی۔

"نہیں! میں نے غور نہیں کی۔۔۔ میرے پاس زیادہ اہم کام ہے کرنے کو" امید نے سپاٹ چہرہ اپنائے کتابوں کی جانب اشارہ کیا۔

کچھ پل اُس کو گھورنے کے بعد وہ سر ہلاتی اُسے ناشتے کی ٹیبل پر آنے کا حکم سناتی جا چکی تھی۔

بال باندھے، بیگ پیک کر کے، جوتے پہنتی وہ تھوڑی دیر میں ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھی۔

"گڈ مارننگ!" دھیمی آواز میں وش کرتی وہ اپنی جگہ سنبھال چکی تھی۔

"آج میں نے پارس کو دیکھا! غالباً ویکلی ٹیسٹ کی تیاری کر رہا تھا وہ۔۔۔" پریشے خان نے گلفام کو اطلاع دی تو وہ چونک کر سیدھے ہوئے۔

امید سر جھکائے ناشتہ شروع کر چکی تھی۔۔۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اُس کے گھر میں ناشتے کا اہم موضوع پارس تھا۔

پارس شمشاد!! شمشاد قریشی اور زبیدہ قریشی کا چھوٹا بیٹا۔۔۔

پارس شمشاد کو ایک اگر ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو وہ تھا "پرفیکٹ"

وہ پرفیکٹ تھا۔۔۔ پڑھائی لکھائی، کھیل کود۔۔۔ اُس کا کوئی ثانی نہیں تھا!

ہر بچہ اُس سے دوستی کا خواں تھا۔۔۔ماں باپ اپنے بچوں کو سیکھا کر بھیجا کرتے کہ اُنہیں پارس شمشاد سے دوستی کرنی ہے اُس کے آس پاس رہنا ہے۔۔۔

اُمید کی زندگی کی اُمید کو بجھا دینے والا نام 'پارِس شمشاد'۔۔۔ہاں پارس مگر ایک سترہ سال کا لڑکا کیسے وجہ بن گیا؟

اُمید منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والی ایک خوبصورت شہزادی۔۔۔اپنے ماں باپ کی لاڈلی اُن کی آنکھوں کا تارا۔۔۔خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اللہ نے خوب ذہانت سے بھی بخشا تھا اُسے۔۔۔فورتھ کلاس تک ہر بار 98٪ کے ساتھ ٹاپ کرکے اپنے ماں باپ کا سر اُونچا کر دینے والی اُمید کی زندگی میں پہلی بار طوفان تب آیا جب پارِس شمشاد نے اُس کی کلاس میں قدم رکھا۔۔۔شہد رنگ خوبصورت آنکھیں،کالے ہلکے گھنگھریالے بال، گورا رنگ وہ انتہائی ذہین فطین لڑکا۔۔۔پڑھائی میں اچھا ہونے کی بدولت اُن دونوں کی جلد ہی دوستی ہو گئی تھی۔۔۔دونوں کی ماوؤں میں بھی اُن کی بنا پر اچھی خاصی سلام دعا ہو چکی تھی۔۔۔مگر اِس دوستی میں دوری تب حائل ہوئی جب ففتھ کلاس کے بورڈ ایگزامز میں اُمید گلفام کو ہرائے پارس شمشاد اول پوزیشن لے چُکا تھا۔۔۔کہنے کو تو وہ دونوں دوست تھے مگر دونوں کے والدین میں اپنے بچوں کی پوزیشن کو لے کر ایک سرد جنگ حائل ہو چکی تھی۔۔۔اُمید پر پہلی پوزیشن لینے کا بہت زیادہ پریشر در آیا

تھا۔۔۔ آٹھویں کلاس میں وہ پارس شمشاد کو بورڈ ایگزامز میں ہراتی پہلی پوزیشن لیتی اپنے ماں باپ کی جھکی گردنیں پھر سے اکڑو کروا گئیں۔۔۔ مگر بات یہی تک نہیں رُکی اُمید کو اِس پوزیشن کو برقرار رکھنا تھا جو آسان ہدف نہ تھا!

رشتہ داروں سے تو پہلے بھی کوئی خاص ملنا جلنا نہ تھا مگر جو تھا وہ بھی اِس 'اونچی گردن' کے زیرِ اثر نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔۔۔ ہنستی کھکھلاتی ذہین اُمید فقط ایک کتابی کیڑا بن کر رہ گئی تھی۔۔۔ اور اب کالج میں دباؤ مزید بڑھ چکا تھا کیونکہ پارس شمشاد بڑی آسانی سے زیادہ مارکس لیے میٹرک میں اُمید گلفام کو بری مات دے چُکا تھا، اور اب اُمید بری طرح اِس ہار کا خمیازہ بھگت رہی تھی۔

"میرے خیال سے ہمیں امید کے سٹڈی ٹائم ٹیبل میں ردوبدل کرنا ہوگا!" امید پر اچٹتی نگاہ ڈالے وہ گلفام سے گویا ہوئی۔

"پارس کے پڑھنے سے میرے ٹائم ٹیبل کا کیا تعلق؟" امید نے خوف سے دھیمی آواز میں سوال کیا۔

"ہمیں پڑھائی کا ٹائم نو کی بجائے گیارہ تک لے جانا چاہیے، اور اچھا ہوگا اگر اُمید رات چھ کی بجائے آٹھ بجے تک اکیڈمی میں ایکسٹرا کلاسز لے" ایک اچٹتی نِگاہ اُس پر ڈالے وہ رسانیت سے گویا ہوئی۔

اُمید کو اپنے گلے میں پھندا لگتا محسوس ہوا۔۔۔ اُس کے چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا۔

"مگر۔۔۔مگر اِس کی ضرورت نہیں۔۔۔میں بہت محنت کر رہی ہوں۔۔۔" وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

"میٹرک میں بھی یہی کہاں تھا تم نے اور تمہارے رزلٹ نے ہمیں بتا دیا کہ کتنی محنت کی تھی تم نے۔۔۔تمہیں جیسا مناسب لگے وہ کرو!" ہنکارہ بھرے وہ امید کو ڈانٹ پلائے پریشے خان کو گرین سگنل دے چکے تھے۔

امید کے کندھے ڈھے گئے تھے۔۔۔ناشتہ ختم کیے وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے صدر دروازے سے باہر نکل چکے تھے، امید بھی بے دلی سے ناشتہ ختم بیگ کندھے پر لٹکائے جانے کو اُٹھی جب پریشے خان کی پکار پر رُک کر سوالیہ نگاہوں سے اُنہیں دیکھا۔

وہ اپنی نشست سے اُٹھتی اُس کی جانب بڑھے اُس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام چکی تھی، امید کی آنکھیں پھیلی، ایک عرصہ ہوا تھا اُنہوں نے یوں اُس سے محبت نہیں جتائی تھی۔۔ مگر اُمید کی تمام سوچیں اُن کی زبان سے نکلنے والے الفاظ پر ہوا ہوئیں۔

"ڈارک سرکلز ہو رہے ہیں تمہارے کافی، سکن بھی بہت رف ہے۔۔۔سنڈے کو پارلر جائے گے، ہائیڈرا فیشل لو گی تو فرق پڑے گا" وہ اُس کے چہرے پر غور و فکر کیے وہ گویا ہوئی۔

اُمید کی آنکھوں کی جوت بجھ گئی تھی۔

"ہمم! نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے" وہ تلخی سے دھیمی آواز میں گویا ہوئی مگر پریشے خان سُن چکی تھی۔

"امید بیٹا! کم آن۔۔۔ صرف دو سال کی ہی تو بات ہے۔۔۔ ایک بار کالج میں ٹاپ کر لو پھر جی بھر کر جتنا چاہے اُتنا ہی سونا!" اپنے تئیں اُنہوں نے امید کو سمجھایا۔

امید تلخی سے سر جھٹکتی گھر سے نکل چکی تھی، بحث فضول تھی، وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ صدر دروازہ عبور کیے وہ گیٹ کی جانب بڑھی جب قدم لان کے کونے میں موجود اپنی بائے سائیکل کی جانب اُٹھی۔۔۔ اُس کے ذہن کے پردوں میں مختلف تصاویر نمودار ہوئی اگلے ہی لمحے سر جھٹکتی وہ پیدل چلتی ہمنہ کے گھر کے سامنے آر کی تھی جو اُس کی بچپن کی دوست اور کلاس فیلو تھی۔۔۔ گیٹ کی بیل بجائے وہ اُس کے نکلنے کے انتظار میں یہاں سے وہاں نگاہیں دوڑا رہی تھی جب دروازہ کھلنے کے ساتھ اُسے ہمنہ اور اُس کی ماما کی آوازیں سنائی دی جو ہمنہ کو ناشتہ پورا نہ کرنے پر ڈانٹتی اُس کے پیچھے ہی دروازے تک بھاگی چلی آئی تھی۔

گردن گھمائے اُس نے اُن دونوں ماں بیٹی کی جانب دیکھا، جہاں اب ہمنہ کی والدہ سر پر ڈوپٹا جمائے آیتوں کا ورد کرتی اُس پر پھونک چکی تھی۔ امید کے دل میں درد جاگا، کیا اُس کے ماں باپ اُس سے اِتنی محبت کبھی جتلائے گے؟

ہمنہ مسکراتی انہیں گلے لگائے تیزی سے گیٹ سے باہر نکلی، امید بھی اُس کی امی کو سلام کرتی اُس کے سنگ کالج کی جانب رواں دواں تھی، جب ہمنہ کی آواز پر اُس نے چونک کر آگے چلتے پارس اور حسام (پارس کے دوست) کو دیکھا۔

"افف کیا بندہ ہے یار؟ چلتے چلتے بھی پڑھائی کرتا ہے!" ہمنہ جھنجھلائے بولی، امید کی سانسیں اٹکی۔

غالباً اُس کے ہاتھ میں فزکس کی کتاب تھی۔

تیزی سے بیگ کندھے سے اُتارتی وہ بھی فزکس کی بک نکالتی اُسے پڑھنا شروع ہوگئی تھی، ہمنہ نے منہ کھولے اُس کی یہ حرکت ملاحظہ کی۔

"میں دوسروں کو پاگل کہتی ہوں اور یہاں دیکھو میری اپنی دوست کا ذہنی توازن ہل چکا ہے۔۔"

افسوس سے سر نفی میں ہلائے وہ امید کے ہاتھ سے کتاب کھینچ چکی تھی۔

"ہمنہ۔۔۔"

"بس کردو امید، کم از کم کالج جاتے وقت تو آنکھوں کو سکون لینے دو" امید کے احتجاج کو روکتی وہ بولی۔

"اور اتنا پڑھ کر ٹاپ کرو نہ کرو چشمہ ضرور لگوالو گی تم۔۔۔"

"اچھا اچھا بولا کرو"اُس کے ٹاپ نہ کرنے والی بات سن امید کا دل دہل اُٹھا تھا۔

پورا دن سر کھپانے کے بعد بلآخر وہ گھر آچکی تھی،رات کا کھانا کھائے اُس نے ایک بار پھر سر کتابوں میں دے ڈالا تھا، مگر آج پریشے خان بھی اُس کے کمرے میں موجود تھی۔

آج نو کی بجائے گیارہ بجے تک اُس نے پڑھائی کی تھی، آنکھوں اور کندھوں میں درد بہت زیادہ بڑھ چکا تھا، نیند کی وجہ سے آنکھیں لال ہو چکی تھی،ٹھیک گیارہ بجے جان خلاصی ہوتے ہی وہ لڑکھڑاتی بیڈ پر آگری، نیند سے بوجھل آنکھیں بند ہونے تھیں جب اچانک موبائل کی بیل بجی،یونہی مونذی آنکھوں سے کال اُٹھاتی وہ موبائل کان کو لگا چکی تھی۔

"ہیلو!"

"امید!!(کسی کی چہکتی آواز کانوں سے ٹکرائی)۔۔۔کیسی ہو؟"

"کون؟"امید کا دماغ نیند کی زیادتی کے باعث بند ہونے کو تھا۔

"منہا بول رہی ہوں تمہاری ماموں زاد،اب یہ مت کہنا تم نے میرا نمبر نہیں سیو کیا ہوا!"وہ تیزی سے بولی۔

"ہمم بولو؟"وہ نیند میں جھول رہی تھی۔

"گیس واٹ!! آپی کی شادی کی ڈیٹ فائنل ہو گئی ہے۔۔۔اکتوبر کے سیکنڈ ویک ہے ان کی شادی"

وہ خوشی و اشتیاق سے اُسے بتا رہی تھی۔

"مبارک ہو" آواز دھیمی ہو گئی۔

"امید تم آؤ گی نا؟" منہا نے جھجک کر سوال کیا۔

حالانکہ وہ اور امید زیادہ ملتے نہیں تھے پھر بھی اُن کی دوستی بے مثال تھی۔

"ماما بابا پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔۔" نیند سے جان چھڑوائے اُس نے جواب دیا۔

"پلیز پھوپھو کو منالو۔۔۔پلیز امید آجانا!" منہا نے اصرار کیا۔

"ہمم!"

"امید کیا ہوا ہے؟ اِتنی ڈاؤن کیوں ساؤنڈ کر رہی ہو؟"

"سو رہی تھی۔۔۔"

"اوہ سوری تم سو جاؤ۔۔۔اور ہاں پھوپھو سے بات کرنا مت بھولنا۔۔۔" منہا نے ایک بار پھر تلقین کی۔۔

ہمم کرتی وہ کال کاٹتی نیند کی وادی میں گم ہو چکی تھی، مگر ذہن میں پریشے سے بات کرنا سما چکا تھا۔

اگلی صبح بہت آس سے اُس نے اپنے ماں باپ سے اجازت چاہی تھی مگر بات پوری کرنے سے پہلے ہی اُس کی بات کو رد کر دیا تھا۔

"پلیز ماما صرف تین دِن کی تو بات ہے۔۔۔"اُس کا اِصرار بڑھا۔

"امید! تم جانتی ہو نا دسمبر کے اینڈ سے تمہارے منتھلی اسسمنٹ سٹارٹ ہو رہے ہیں بیٹا؟"

"جی ماما! مگر وہ دسمبر اینڈ سے ہے اور شادی تو اکتوبر میں ہے نا؟"اُس نے قائل کرنے کی ناکام سی کوشش کی۔

"انفف! تم شادی پر نہیں جا رہی۔۔۔ اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔۔۔اِن فنکشنز کا کیا ہے؟ آج ایک شادی مس کر دو گی تو کل کو ہزار شادیاں کھڑی ہے خاندان میں لیکن یہ ٹائم پھر لوٹ کر نہیں آئے گا۔۔۔ تمہیں بورڈ میں ٹاپ کرنا ہے امید۔۔۔اور اس کی خاطر ایک شادی چھوڑ بھی دو تو کوئی حرج نہیں۔۔۔"گلفام صاحب سخت لہجے میں اُسے ٹوک چکے تھے۔

امید سر جھکا گئی،وہ کہنا چاہتی تھی کہ اِن ایگزامز کے پیچھے تو وہ کتنے ہی فنکشنز چھوڑ چکی تھی۔۔۔ مگر زبان کھولنے کی ہمت نہیں تھی۔اُنہیں اللہ حافظ کہتی وہ گھر سے نکل چکی تھی۔

امید کو شادی پر نہیں جانا تھا اور وہ نہیں گئی، منہانے اُس سے ڈھیر سارا گلہ کیے اُسے تمام ایونٹس کی تصاویر بھیجی تھی۔ اکیلے گھر میں اپنے بند اندھیرے کمرے میں بیٹھی وہ پھیکی سی مسکان، نم بنجر نگاہوں سے اُن تصاویر اور کلپس کو بار بار دیکھ رہی تھی۔۔۔اُس کا زخمی دل مزید زخمی ہو چکا تھا۔

کیا تھا اگر وہ چلی جاتی شادی پر؟ کیا وہ تین دن کی چھٹی بھی ڈیزرو نہیں کرتی تھی؟

اُس کے دل کا درد مزید بڑھ گیا تھا، ہاتھ کی پشت سے آنسوؤں کو صاف کیے اُس نے موبائل سائڈ پر رکھے سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا، اب پاؤں کے انگوٹھے سے وہ میٹ کو کھرچ رہی تھی جب کھڑکی پر ایک پتھر آکر لگا۔

چونک کر اُس نے کھڑکی کو دیکھا۔

"پارس؟" شائد وہ جانتی تھی کہ یہ کس کا کام ہے۔

تیزی سے کھڑکی کھولتی وہ بالکونی میں آئی جہاں سامنے وہ ہاتھ میں ایک اور پتھر لیے کھڑا تھا۔

اُسے دیکھ پارس نے زور سے ہاتھ ہلایا، مگر آج دل اس قدر اداس تھا کہ وہ جواب بھی نہ دے پائی۔ پارس کے ماتھے پر کئی بل در آئے۔

موبائل نکالے اُس نے میسج لکھا اور موبائل ہوا میں ہلایا، اُس کا اشارہ سمجھے وہ فوراً کمرے میں داخل ہوتے اپنا موبائل اُٹھالائی۔

"کہاں غائب ہو؟" میسج پڑھے اُس نے تیزی سے جواب لکھا۔

" کہی نہیں!"

"اداس ہو؟"جواب آیا تو امید کی آنکھیں بھر آئیں۔

"نہیں تو!" اپنے تاثرات پر قابو پائے اُس نے جواب دیا۔

"سب کہاں ہے؟ گھر میں اِتنا اندھیرا کیوں ہے؟" اب کی بار میسج میں فکر جھلکی تھی، وہ دھیما سا مسکرا دی۔

" کزن کی شادی ہے، ماما پاپا آؤٹ آف سٹی گئے ہیں۔۔۔ پرسوں تک واپس آ جائے گے" سادگی سے جواب دیے وہ نیند کا بہانہ بناتی کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

ٹھیک تین بجے روٹین کے مطابق اُس کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔۔۔ اپنی روٹین کو فولو کیے وہ فریش ہوتی سٹڈی ٹیبل پر جا بیٹھی تھی۔۔۔ یونہی پڑھتے پڑھتے جب ٹائم دیکھا تو پونے چھ ہو چکے تھے!

پونے چھ!! اُس کی آنکھیں پھیلی۔۔۔ تیزی سے کرسی سے اُٹھتی وہ کھڑکی کھولے بالکونی میں آئی مگر آج وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔۔۔ اُس نے پندرہ منٹ انتظار کیا۔۔۔ مگر وہ نہیں آیا۔

ناامیدی سے سر جھٹکتی وہ دوبارہ کمرے میں آتی کالج کے لیے تیار ہونا شروع ہوگئی تھی۔

تمام نوکروں کو چھٹی دے دی گئی تھی، سو اپنا ناشتہ اُسے خود تیار کرنا تھا۔

نوکروں کو بھی چھٹی تھی مگر ایک وہ تھی جس پر چھٹی حرام تھی۔

ناشتہ کیے گھر کو لاک لگائے وہ گیٹ سے باہر نکلی کہ قدم ٹھٹھک کر رکے۔

اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

گیٹ کے باہر کرسی ڈالے بیٹھے بیٹھے سوتا وجود پارس شمشاد کا تھا۔

"وہ یہاں کیا کر رہا تھا" کئی سوال اُس کے ذہن میں اُمڈ آئے۔

"پارس! پارس! اُٹھو! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اُس کا کندھا جھنجھوڑے اُسے اُٹھتے دیکھ امید نے سوال داغا۔

آنکھیں ملتا وہ مسکرا دیا۔

"تمہارے پیرنٹس گھر نہیں تھے تو میں۔۔۔" گردن مسلتا وہ مسکرا دیا۔

"تو تم میرے گھر کے چوکیدار بن گئے؟" امید ہنس دی۔

وہ ہنسی تو پارس کے گال تپ اُٹھے، مسکرائے امید نے آنکھیں اُٹھائے اُسے دیکھا اُس کے چہرے سے نگاہیں ہوتی چیئر پر موجود کیمسٹری کی کتاب پر جا ٹھہری۔

امید کی مسکان تھمی، اُس نے دوبارہ پارس کو دیکھا جواب اُس سے ایکسکیوز کرتا اپنے گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ مگر امید کی دل کی دھڑکنیں عجیب انداز میں دھڑک رہی تھیں۔

"تو وہ پوری رات پڑھتا رہا؟ کتنی دیر کے لیے سویا تھا؟ وہ چار گھنٹے سوئی تھی کیا پارس بھی چار گھنٹے سویا تھا؟ یا وہ تھوڑی دیر پہلے ہی سویا تھا! وہ کتنا پڑھ چکا تھا۔ اُس کا کورس کتنا کمپلیٹ ہو گیا تھا؟" انہی سوچوں میں گھری وہ کالج پہنچی تھی، ہمنہ نے کب اُسے کالج کے لیے جوائن کیا اُسے نہیں پتہ چلا۔ اُس نے امید سے کیا باتیں کی اُمید کو کچھ علم نہیں۔۔۔

بس ذہن میں پارس شمشاد اور اُس کی کتاب گھومے جارہی تھی۔

گلفام خان اور پریشے خان کی واپسی ہو چکی تھی، وقت تیزی سے آگے بڑھے جا رہا تھا، کالج ٹیسٹ شروع ہو چکے تھے۔۔۔ امید اور پارس میں مارکس کو لے کر ایک ان دیکھی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ کسی ٹیسٹ میں امید کامیاب تھی تو کسی میں پارس جیت جاتا۔

"اوکے ایوری ون اٹینشن پلیز۔۔۔اب میں آپ سب کا نام کال کروں گی، ایک ایک کر کے سب آئے اور اپنا رزلٹ لے لیجیئے۔۔۔"ڈائز پر موجود فزکس کی میم ہاتھ میں موجود ایگزامز کے پلندے کو سیٹ کیے پوری کلاس سے ہم کلام ہوئیں۔

"عیشاء

مقدس

شعیب

ہمنہ۔۔۔"جوں جوں وہ نام لیے جا رہی تھی امید کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

"امید!"

"یس میم!"اپنے نام پر وہ یکدم اپنی سیٹ سے اُٹھتی ان کی جانب بڑھی۔

"ویل ڈن امید، امیزینگ۔۔۔کیپ اِٹ اپ!"انہوں نے مسکرا کر اُسے پیپر تھمایا، اپنی اتنی تعریف پر وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی۔

اس نے پیپر پر دیکھا جہاں اُسے فل مارکس ملے تھے۔۔۔اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ پھیلی تھی۔

پارس نے آنکھوں کے اشارے سے اُس کے نمبر پوچھے امید نے خوشی خوشی پیپر اُس کی جانب کیا، اس کے نمبر دیکھ کر پارس نے تھمبز اپ کا اشارہ اسے دیا۔

وہ خوشی خوشی اپنی جگہ پر آ بیٹھی تھی۔

"پارس۔۔۔" ٹیچر کی آواز پر وہ اپنی جگہ سے اُٹھے ان کی جانب بڑھا۔

"پوری کلاس میری طرف متوجہ ہو۔۔۔میں چاہتی ہوں کہ آپ سب اپنی سیٹس سے اُٹھے اور پارس کے لیے کلیپ کرے۔۔۔اپنے اتنے سال کے ٹیچنگ کیریئر میں، میں نے کبھی کسی سٹوڈنٹ کا اِتنا پرفیکٹ ایگزام پیپر نہیں دیکھا۔۔۔پارس واٹ آ جینئیس یو آر! سو پراوُڈ آف یوں!" ٹیچر کی بات پر جہاں پوری کلاس نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے لیے تالیاں بجائی تھیں، وہی امید گلفام کو اپنے اندر عجیب جذبات ابھرتے محسوس ہوئے۔۔۔اُس کے لیے بس چند تعاریفی کلمات اور پارس کے لیے تالیاں، پوری کلاس کی دیکھا دیکھی وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھتی اپنی سوچوں میں گم تالیاں بجانے لگی۔

تالیوں کا سلسلہ تھما، سب اپنی نشستوں پر براجمان ہو چکے، پارس پیپر ہاتھ میں تھامے اپنی سیٹ کی جانب بڑھا جب امید کی پکار پر رکے اس نے مسکرا کر امید کو دیکھا۔

"کیا میں تمہارا پیپر دیکھ سکتی ہوں؟" بدوقت لبوں پر مسکراہٹ سجائے اُس نے پارس کے پیپر کی جانب دیکھا۔

پارس نے سر اثبات میں ہلائے پیپر اس کے پیپر پر رکھ دیا تھا۔

دو منٹ میں بیل چکی تھی، تمام سٹوڈنٹس اپنا اپنا بیگ پیک کیے کلاس سے نکل چکے تھے جبکہ وہ سب سے بیگانہ پارس اور اپنے پیپر کے ایک ایک سوال کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"امید؟ چھٹی ہو گئی ہے تم ابھی تک ایسے ہی کیوں بیٹھی ہو؟" ہمنہ نے اُس کا شانہ ہلایا۔

"اُس نے ایک ایک نیومیریکل کو دو طریقوں سے حل کیا ہے۔۔۔ مختصر اور تفصیلی سوالات کے جوابات نمبرز کے حساب سے دیے گئے ہیں۔۔۔ اُس نے واقعی بہت اچھے سے پیپر اٹیمپ کیا ہے۔۔۔" تھوڑی دیر پہلے جس دل میں جلن کا احساس پیدا ہوا تھا وہ اب بالکل ختم ہو چکا تھا، تعریف جائز تھی۔

"امید کیا ہوا ہے کیا تم ٹھیک ہو؟" اس کی نم نگاہوں کو دیکھے ہمنہ نے پریشانی سے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھاما۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔۔ اکیڈمی چلے ہم لیٹ ہو رہے ہیں!" بیگ پیک کیے کندھے پر لٹکائے وہ کلاس سے باہر نکل چکی تھی۔

ہمنہ نے افسوس سے اُس کی پشت کو دیکھا،زیادہ نمبرز، بورڈ میں پوزیشن۔۔۔وہ کیا سے کیا بن چکی تھی۔

گہری سانس بھرے وہ بھی اس کے پیچھے ہی نکل گئی تھی۔اکیڈمی پہنچتے ہی پارس کو تلاش کیے وہ دھیمی مسکان لبوں پر سجائے اُس کا پیپر اُسے تھما چکی تھی۔۔۔

گھر آئے بھی وہ کھوئی کھوئی سی تھی۔۔۔اگر پارس نے اُسے اس بار ہرا دیا؟۔۔۔سوچ سوچ کر اُس کا مائیگرین بڑھ چکا تھا۔۔۔درد سے دوہری ہوتی وہ تکلیف کے مارے چِلاّ اُٹھی،اُس کی چیخ سنے پریشے خان اور گلفام خان تیزی سے اُس کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں وہ درد سے تڑپتی،روتی دوہری ہوتی جارہی تھی۔گلفام خان تیزی سے اسے باہوں میں لیے پریشے خان کو گاڑی کی چابی لانے کا بولتے باہر کو بھاگے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں اسے لیے وہ دونوں ہسپتال میں موجود تھے جہاں امید کو ایمرجینسی وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

"نیند پوری نہ ہونے کی بِنا پر مائیگرین بڑھ گیا تھا۔۔اسے مکمل آرام کی ضرورت ہے!میں یہ کچھ سپلیمنٹس لکھ کر دے رہی ہوں۔۔۔"ڈاکٹر نے ان دونوں کو گائیڈ کیا تھا۔

ایک دن ہسپتال میں رکے وہ گھر واپس آچکی تھی۔

پریشے خان نے اس کے ہاتھ پر میڈیسنز رکھی تھیں جب آفس سے لوٹے گلفام خان اُس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

"اب طبیعت کیسی ہے میری بیٹی کی؟" امید کے قریب بیٹھے انہوں نے محبت سے سوال کیا۔۔۔امید نے دھیما مسکرائے سر اثبات میں ہلایا۔

"بس اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔۔۔" وہ اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے گویا ہوئے۔

امید کو مائیگرین اب اپنے لیے ایک نعمت لگی۔۔۔اس کے ماں باپ کی محبت جو اُسے واپس مل چکی تھی۔

"پھر ایگزامز بھی تو آرہے ہیں اور ہماری بیٹی نے ٹاپ بھی کرنا ہے؟" ان کے یہ الفاظ امید کے لبوں پر موجود خوبصورت مسکراہٹ کو نوچ چکے تھے۔

"بی بی جی وہ امید بے بی کے دوست آئے امید بے بی سے ملنے۔۔۔" ملازمہ نے دروازہ ناک کیے اطلاع دی۔

"ہاں بھیج دو نہیں!" امید کے چہرے پر موجود بال ہاتھوں کی مدد سے سیٹ کیے انہوں نے اجازت دی۔۔۔ٹھیک تین منٹ کے اندر اندر رہمنہ، پارس اور حسام سنگ اس کی کلاس کے کئی سٹوڈنٹس اُس کی خیر خیریت دریافت کرنے آئیں تھے۔

پارس کا یہاں آنا ان دونوں میاں بیوی کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا مگر وہ امید کا کلاس فیلو تھا اس کی طبیعت کے حوالے سے پوچھنے آیا اسی لیے چپی سادھ لی گئی تھی۔

"بیٹا آپ سب کمفر ٹیبلی بیٹھے میں جوس بھجواتی ہوں!" پریشے خان شیریں لہجہ اپنائے گلفام خان کے سنگ کمرے سے نکل چکی تھی، نکلنے سے پہلے وہ دونوں میاں بیوی پارس کو ترش نگاہوں سے گھورنا نہ بھولے جسے پارس نے بہت اچھے سے محسوس کیا تھا۔

"کیسی ہو امید؟" وہ سب اب اس کے ارد گرد بیٹھے اس کا حال چال پوچھتے ادھر ادھر کی باتیں کرنا شروع ہو گئے تھے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سب واپس جانے کو اٹھے ایک ایک کیے سب اس کے کمرے سے نکل چکے تھے پارس جس کے قدم دروازے پر تھے وہ رکا اور امید کی جانب مڑا۔

"امید!" اس کی پکار پر اپنی سوچوں میں گم امید نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہوں؟"

"ایگزامز کی ٹینشن مت لو تم بس ڈھیر سارا آرام کرو اور اپنی صحت کا خیال رکھو، رہی نوٹس کی بات تو وہ میں تمہیں دے دوں گا!" وہی ہمیشہ رہنے والی خوبصورت مسکراہٹ، اپنی بات مکمل کرتا وہ جا چکا تھا۔

اس کا نکلنا ہی تھا کہ پریشے خان تیزی سے اس کے کمرے میں دوڑی چلی آئی۔

"یہ پارس کیا کہہ رہا تھا تمہیں؟" ان کی بے چینی نوٹ کیے امید نے افسوس سے سر جھٹکا، وہ بستر سے لگ چکی تھی مگر اس کے ماں باپ کے ذہن میں ابھی بھی پارس ہی سمایا ہوا تھا۔ ان کا پارس کو گھورنا امید نے بھی باخوبی نوٹ کیا تھا مگر خاموش رہی تھی۔

"کہہ تھا کہ میں ایگزامز کی ٹینشن نہ لوں، بس اپنی صحت کا خیال رکھوں اور۔۔۔"

"ہاں! ہاں! وہ تو اب یہی کہے گا نا اس کے راستے کا سب سے بڑا کانٹا جو ہو تم" وہ چمک کر گویا ہوئی۔

"اور کہہ رہا تھا کہ نوٹس کی فکر مت کروں، وہ مجھے دے دے گا!" امید نے سرد سانس بھرے بات سادگی سے مکمل کی۔

"کیا اس نے ایسا کہاں؟" پریشے خان کو حیرت ہوئی۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟" وہ نظریں جھکائے دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

"ہمم! تم اب آرام کرو۔۔۔ جتنا آرام کرو گی، اتنی جلدی ٹھیک ہو کر ایگزامز کی تیاری کر سکو گی" وہ اسے بستر پر ٹھیک سے لٹائے بولی۔

ان کے جاتے ہی امید کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔کیا اس کے ماں باپ کو اس کی اس حالت کے بعد بھی اس پر ترس نہیں آرہا تھا؟ کیا کاغذ کا ایک ٹکڑا اولاد کی صحت و تندرستی سے بھی زیادہ اہم تھا؟ گہری سانس بھرے اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔۔۔آنسوؤں ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا، الٹا اس کی ہی طبیعت مزید بگڑتی۔

دو دِن کے شاہانہ آرام کے بعد وہ ایک بار پھر اپنی روٹین پر آچکی تھی، وعدے کے مطابق پارس نے اپنے تمام نوٹس کاپی کروا کر اسے دے دیے تھے۔۔۔امید کو اس سے اس قسم کی فراخدلی کی امید نہ تھی۔۔۔اگر پارس کی جگہ وہ ہوتی تو؟ کیا وہ بھی بالکل ایسا ہی کرتی؟ شائد نہیں! شائد کیا پکا نہیں۔۔۔وہ کسی صورت اپنے اتنی محنت سے بنائے گئے نوٹس جن کی بنا پر اس کے ٹاپ کرنے کے چانسز بہت زیادہ تھے وہ پارس کے حوالے کرتی۔۔۔وہ کیوں تھا اِتنا بے غرض؟ کیوں کس لیے؟

وقت پر لگائے اڑ رہا تھا۔

فرسٹ ائیر کے امتحانات سر پر آچکے تھے، ایسے میں تو پورا سال کتابیں نہ کھولنے والے طلباء و طالبات بھی بھوک پیاس سب کچھ بھلائے کتابوں میں گھیر چکے تھے۔

امتحانات نہیں گویا ایک جنگ تھی، دوست دوست کو بھول چکا تھا، ہر ایک کو دوسرے کو ہرائے آگے نکلنا تھا، جیتنا تھا۔

پورے مہینے کی سر کھپائی کے بعد بلآخر ایگزامز ختم ہو چکے تھے۔۔۔

سیکنڈ ائیر کی کلاسز کچھ دنوں کے آرام کے بعد شروع ہو چکی تھیں، ایگزامز ختم ہوئے تو رزلٹ کی ٹینشن نے سب کو آن گھیرا۔

وہ وقت بھی آچکا تھا۔۔۔امید گلفام پارس شمشاد کو ہراتی فرسٹ ائیر میں پہلی پوزیشن حاصل کر چکی تھی۔

خوشی سے اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔۔۔آج تو پریشے اور گلفام خان نے بھی اُس پر خوب پیار جتایا تھا۔۔۔اُس کی ہنسی رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی مگر ساتھ ساتھ ہی سیکنڈ ائیر کی فکر ابھی سے اُسے اندر ہی اندر کھائے جارہی تھی۔۔۔ایک مرحلہ حل ہو چکا تھا اب دوسرے کی باری تھی۔

سٹڈی ٹیبل پر بیٹھے وہ ہاتھ میں موبائل تھامے پارس کی جانب سے موصول ہوئے مبارکباد کے میسج کو بار بار پڑھ رہی تھی۔۔۔اس کے لبوں سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں کھانے کی پکار پر وہ نیچے آئی تو ملازمہ کو ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھامے دیکھا۔

"یہ مٹھائی کہاں سے آئی ہے؟"اس نے حیرانگی سے سوال کیا۔

"آئی نہیں ہے تمہارے رزلٹ کی خوشی میں پوری سوسائٹی میں بانٹی ہے۔۔۔جاؤ جا کر شمشاد ہاؤس دے آؤ جلدی سے۔۔۔" امید کو جواب دیے پریشے خان ملازمہ سے گویا ہوئی جو سر ہلائے جانے کو مڑی۔

"شمشاد ہاؤس؟" امید کے لب دھیرے سے ہلے۔

"ٹھہرے آپ لائے دے میں خود دے آتی ہوں!" ملازمہ کو روکے وہ ان کے ہاتھ سے ڈبہ تھام چکی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں وہاں جانے کی" پریشے خان نے سختی سے اسے ٹوکا۔

"کوئی بات نہیں پریشے اسے جانے دو" گلفام صاحب کی اجازت پر وہ خوشی سے چہکتی، تیزی سے باہر کو بھاگی تھی۔

"مگر۔۔۔" پریشے خان نے کچھ کہنے کو منہ کھولا اس سے پہلے ہی گلفام خان نے ان کی بات کاٹ دی تھی۔

"اسے جانے دو پریشے جب امید خود مٹھائی کا ڈبہ اپنے ہاتھوں سے دینے جائے گی تو دیکھنا دونوں میاں بیوی کیسے جل کر راکھ ہو جائے گے۔۔۔پورے 3٪ سے ہرایا ہے امید نے پارس کو چھوٹی بات تھوڑی نہ ہے!" ان کے لبوں پر مسکان اور آنکھوں میں شرارت کا عنصر نمایاں تھا۔

ان کی بات کا مطلب سمجھے پریشے خان بھی مسکرادی تھی۔

خوشی خوشی، ہنستی، گنگناتی، چہکتی وہ گیٹ کھولتی شمشاد ہاؤس کے لان میں قدم جمائے صدر دروازے کی جانب بڑھی تھی۔۔۔اپنے رزلٹ کی مٹھائی وہ خود اپنے ہاتھوں سے پارس کو دینا چاہتی تھی آخر کو اس کی وجہ سے ہی تو امید اس بار بورڈ میں ٹاپ کرپائی تھی۔۔۔یونہی مسکرائے اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا مگر سامنے موجود منظر دیکھ اس کی آنکھیں اپنے سائز سے گئی گنا زیادہ پھیل گئیں، مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ سے گر گیا تھا۔۔۔امید گلفام کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہ جو دیکھ رہی تھی وہ آیا سچ تھا یا ایک ڈراؤنا خواب۔۔۔مگر نہیں یہ ایک ڈراؤنا سچ تھا۔۔۔

اپنی نگاہوں کے سامنے وہ پارس شمشاد کو کسی بے زبان جانور کی طرح اس کے باپ کے ہاتھوں بیلٹ سے پیٹتا دیکھ چکی تھی۔

جاری ہے۔۔۔